عقود میں "عربون" کا حکم اور اس کی شرعی حیثیت

The "Advance" in contracts and its Shariah status

1۔ محمد انور قاسمی پی ایچ ڈی سکالر یونیورسٹی آف سرگودھا
2۔ ڈاکٹر فرحت نسیم علوی اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف سرگودھا
3۔ اسد محمود

Abstract

Islam is complete code of life.Islamic shariah guides us in every walk of life. The modern world is facing New and complex issues of business and dealing.E –marketing ,stock exchange and like these other institutions are promoting throughout the world. In this article conditions of "arboon" and "aqood" in marketing has been described in the light of shariah. Issues of trading companies have been discussed according to important books of all shools of thought particulary Hanfi school of thought.

Key Words: shariah, arboon, aqood, purchaser, seller, business dealing, money,

تعارف

شریعتِ اسلام میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق سراپا رہنمائی پائی جاتی ہے، انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک، ایک عام فرد سے لے کر حکومت تک، عبادات و اخلاقیات سے لے کر معاشرت اور معاملات تک، غرض زندگی کے ہر مرحلے کی شرعی رہنمائی اگر کہیں موجود ہے، تو وہ صرف اور صرف اسلامی شریعت ہے۔

کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جب سے دنیا میں صنعتی انقلاب آیا، تو ہر چیز کی حقیقت پہلے سے تبدیل ہوتی چلی گئی، کمپنیوں کی نئی نئی صورتوں میں شرکت کی پیچیدہ صورتیں سامنے آئیں، الیکٹرانک میڈیا، انٹرنیٹ، ای منی[E.MONEY]، سی ڈی سی، سٹاک ایکسچینج، کموڈٹی ایکسچینج اور ان جیسے دیگر ادارے اتنی تیزی سے وجود میں آنے لگے کہ ان کو اسلامی سانچے میں ڈالنا وقت کی اہم اور بنیادی ضرورت بن گئی۔

زیر نظر آرٹیکل میں تجارتی کمپنیوں اور اداروں کے مالکان کو اپنے کام کے طریقہ کار کو شریعت کی روشنی میں سرانجام دینے میں مدد ملے گی جس کو ناممکن سمجھا جا رہا ہے۔ تجارت کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی کو حرام کے شبہے سے بھی پاک کرنے میں مدد ملے گی، جس کے حصول میں مالی جرمانے کے ایسے عناصر پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے آمدنی مشکوک بن جاتی ہے۔ تجارتی کمپنیوں کے علاوہ سکولز اور دیگر نان فائنانشل انسٹیٹیوٹس (جو ڈسپلن کو قائم رکھنے کے لئے مختلف قسم کے معاملات کو بھی اور اس کا شرعی حکم معلوم ہونے کے بعد جائز شرعی متبادل کی روشنی میں اپنے تمام تر ڈسپلن کو قائم رکھنے میں رہنمائی حاصل ہوگی۔ چونکہ آرٹیکل میں فقہ کی امہات کتب سے تفصیل کا خلاصہ پیش کیا جائے گا جس سے علمی حلقوں (علماء و مفتیان کرام) کو مالی معاملات کی تمام ترجہات سمجھنے میں مدد حاصل ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ نئی پیش آمدہ صورتحال اور طریقے جن کے ذریعے شرعی حکم بھی معلوم سکے گا۔ ایسے دینی اداروں کے لئے Road Map کی سہولت فراہم کرے گا جن کا مقصد مختلف پریزنٹیشنز اور سیمینارز کا انعقاد کر کے تاجر لوگوں کو اپنی تجارت میں موجود خرابیوں سے آگاہ کرنا ہوتا ہے اور معاملات میں دین کی اہمیت کا شعور بیدار کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ کمپنیوں میں معاملات کا جو تصور پایا جاتا ہے اس کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینے کے عقیدے کے پیش نظر حقوق العباد کا معاملہ حقوق اللہ سے کہیں زیادہ حسّاس ہے۔ لہٰذا تجارتی کمپنیوں کے مذکورہ بالا شعبہ جات میں کام کرنے والے لوگوں کو اپنی ذمہ داریوں کی احسن طریقے

سے انجام دہی کے لئے شرعی تعلیمات کی روشنی میں معاملات کے جائز اور ناجائز ہونے کی حدود کا جاننا بے حد ضروری ہے۔زیرِ نظر آرٹیکل معاشرے کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مفید و معاون ثابت ہو گا۔

عقد کا معنی و مفہوم

لفظ"عقد "مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔اس کی جمع عقود ہے المعجم الوسیط میں عقد کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"العقد" 1۔عمارت کی محراب 2۔عہد 3۔طرفین کے درمیان ایسا اتفاق کہ ان میں سے ہر ایک اس کی شرائط کا پابند ہو جیسے عقد بیع اور شادی کا عقد؛عقد العمل (اقتصادی وسیاسی) ایسا معادہ جس کی روسے کوئی شخص مقررہ اجرت پر کسی شخص کی خدمت کا پابند ہو؛صبغ العقود وہ الفاظ اور جملے جن کے ذریعے معاملات قیام پذیر ہوتے ہیں۔[1]

العقدة؛جائے عقد جہاں گرہ لگائی جائے 2۔(نباتات) میں پودے کی ساق پر پتا نمودار ہونے کی جگہ 3۔(نفسیات) کسی دباؤ کے تحت پیدا ہونے والی ذہنی کیفیت جو مستقل ذہنی گرہ بن جاتی ہے۔

تعريف العقد:

العقد في لغة العرب: معناه الربط (أو الإحكام والإبرام) بين أطراف الشيء، سواء أكان ربطاً حسياً أم معنوياً، من جانب واحد، أم من جانبين. جاء في المصباح المنيروغيره: عقد الحبل، أو البيع، أو العهد فانعقد. ويقال: عقد النية والعزم على شيء، وعقد اليمين، أي ربط بين الإرادة وتنفيذ ما التزم به. وعقد البيع والزواج والإجارة، أي ارتبط مع شخص آخر.[2]

عربون کی تعریف

(العربون) مَا يعجل من الثّمن على أَن يحْسب مِنْهُ إِن مضى البيع وَإِلَّا اسْتحق للْبَائِع (مَع)۔[3]

قیمت کا وہ حصہ جو پیشگی دیا جاتا ہے اور بیع کے مکمل ہو جانے پر اسے شمار کر لیا جاتا ہے ورنہ بائع اس کا حقدار ہوتا ہے۔

عربون "بیعانہ "کو کہتے ہیں اس کی اصطلاحی طور پر متعدد تعریفات کی گئی ہیں مگر یہ سب تعریفات تقریباً ہم معنی ہیں،اوران سے حاصل ہونے والے مشترک معنی کا حاصل درج ذیل تین باتیں ہیں:

(۱)۔رقم کی وہ مقدار جو عقد کے وقت بائع کے حوالے کی جائے۔

(۲)۔رقم کی وہ مقدار جو عقد کے وقت بائع کے حوالے کی جائے اور عقد کو جاری رکھنے کی صورت میں ثمن کا حصہ قرار دی جائے۔

(۳)۔مشتری کی طرف سے عقد کو رد کرنے کی صورت میں بائع کی ملکیت شمار کی جائے۔

عربون کی ان تمام خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے بیع العربون کی درج ذیل تعریف کی جاسکتی ہے:

بیع العربون کی تعریف

رقم کی وہ متعین مقدار جو عقد بیع کے وقت مشتری بائع کو اس خیار کے ساتھ حوالے کرے کہ اگر بیع کو جاری رکھا تو یہ رقم ثمن کا حصہ ہو گی اور اگر بیع کو رد کیا تو پھر بائع اس رقم کا مالک ہو گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیع العربون میں صرف مشتری کے حق میں خیار ہوتا ہے جبکہ بائع کے حق میں عقد بیع لازم ہو گا اسے عقد بیع کے رد کرنے کا خیار حاصل نہیں ہو گا۔

عربون کی غرض

آج کل تجار کے ہاں بیع اور اجارہ میں عربون کا تعامل ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اس کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے، لہذا عربون کی اغراض اور اس سے متعاقدین کے لئے ثابت ہونے والی چند خصوصیات کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱)۔ اگر مشتری یا مستاجر غور وفکر کے بعد فیصلہ کریں کہ عقد کو جاری رکھنا فائدہ مند نہیں، تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ عقد کو جاری رکھنے سے انکار کردے۔

(۲)۔ مشتری اور مستاجر کے انکار کرنے کی وجہ سے بائع اور مؤجر کو لاحق ہونے والے نقصان کی تلافی عربون کی رقم سے کر دی جاتی ہے۔

(۳)۔ عقد کو نافذ کرنا اور اس میں پائی جانے والی غیر سنجیدگی کو ختم کرنا حتی الامکان ضروری ہے، خاص طور پر موجودہ زمانہ، جس میں عقد کے بارے میں پائی جانے والی غیر سنجیدگی اور حقوق میں بے احتیاطی کا عنصر بہت زیادہ ہے، اسی وجہ سے عربون میں پائی جانے والی شرائط بناء بر ضرورت جائز ہیں۔

عربون اور شرط جزائی میں فرق

عربون اور شرط جزائی میں درج ذیل فروق پائے جاتے ہیں

(۱)۔ بیع العربون میں مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہے، چاہے تو عقد کو نافذ کرے چاہے عقد کو فسخ کر دے، جبکہ شرط جزائی میں ملتزم کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ اگر وہ چاہے تو عقد کو نافذ کرے اور اگر چاہے تو عقد کو نافذ نہ کرے اور عدم نفاذ کی صورت میں اپنے اوپر لازم کیا گیا عوض ادا کرے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس پر لازم ہے کہ عقد سے لازم ہونے والی ذمہ داری کو پورا کرے اور اگر پورا کرنا ممکن نہ ہو، تو پھر شرط جزائی کی طرف جا سکتا ہے۔

(۲)۔ عربون کی حقیقت یہ ہے کہ یہ عقد سے عدول کرنے کا عوض ہے، لہذا عربون کا مستحق بننے کے لئے بائع کو نقصان کا لاحق ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر مشتری نے محض عقد کے نفاذ سے عدول کیا، تو بائع اس عربون کا مالک بن جائے گا، لہذا عربون کا مستحق بننے کے لئے نقصان ہونے یا نہ ہونے کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، جبکہ شرط جزائی اس نقصان کا عوض ہے، جو واقعی ملتزم لہ کو ملتزم کی وجہ سے لاحق ہوا ہو، لہذا ملتزم لہ شرط جزائی سے لازم کئے گئے عوض کا اس وقت مستحق ہو گا جب واقعی ملتزم کی وجہ سے اس کو ضرر لاحق ہوا ہو۔

(۳)۔ عقد کو نافذ کرنے کی صورت میں عربون ثمن کا حصہ ہو گا، جبکہ شرط جزائی میں اگر ملتزم نے عقد سے ثابت ہونے والی ذمہ داری کو پورا کیا، تو ملتزم لہ شرط جزائی کے طور پر ثابت ہونے والا عوض لینے کا حقدار نہیں ہو گا۔

(۴)۔ عربون کی شرط محض عقد کو نافذ نہ کرنے کی صورت میں لگائی جا سکتی ہے اس کے علاوہ کسی اور صورت مثلاً نفاذ میں تاخیر کرنے کی وجہ سے نہیں لگائی جا سکتی، جبکہ شرط جزائی عدم نفاذ اور تاخیر دونوں صورتوں میں لگائی جا سکتی ہے۔

(۵)۔ عربون سے مراد رقم کی وہ مقدار ہے جو مشتری عقد کے وقت بائع کے حوالے کر دیتا ہے، جبکہ شرط جزائی رقم کی متعین مقدار کو اپنے اوپر لازم کرنے کا نام ہے، جو واقعی نقصان لاحق ہونے کی صورت میں ادا کی جائے گی، اس سے پہلے ملتزم لہ اس کے مطالبے کا حق نہیں رکھتا۔

(۶)۔ عاقدین عربون کی مقدار پر عقد کے وقت اتفاق کر لیتے ہیں، اس کے بعد ان کے درمیان اتفاق ہونا ناممکن ہوتا ہے، جبکہ شرط جزائی پر عاقدین عقد کے بعد بھی اتفاق کر سکتے ہیں۔

مالی معاملات میں عربون کے احکام

بیع اور اجارہ میں عربون صورتِ عربون:

مشتری بیعانہ کے طور پر کچھ رقم بائع کو دیتا ہے اور اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر بیع کو قائم رکھا اور نافذ کر دیا، تب تو یہ رقم جس کو عربون یا بیعانہ کی رقم کہتے ہیں جزو ثمن بن جائے گی اور اگر بیع کو نافذ نہ کیا تو بائع اس رقم کا مالک بن جائے گا۔

جمہور کا مذہب امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک یہ شرط لگانا جائز نہیں کہ اگر بیع تام نہ ہوئی، تو بائع یہ رقم ضبط کرلے گا، کیونکہ یہ (بیعانہ کی رقم) بغیر کسی عوض کے بائع کے پاس چلی جائے گی۔[4]

استدلال جمہور کا استدلال اس حدیث سے ہے جو امام مالک رحمہ اللہ تعالی نے مؤطا میں روایت کی ہے اور امام ابو داوٗد کہ ": «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ» "[5] اس میں نبی کریم ﷺ کی نہی منقول ہے اور قواعد شرعیہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ بیع جائز نہ ہو، کیونکہ بائع بلا عوض اس بیعانہ کی رقم کا مالک بن جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب میں بیع العربون جائز ہے، لہذا ان کے نزدیک بائع بیعانہ کی رقم کو ضبط کرسکتا ہے۔[6]

استدلال

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا استدلال مصنف عبد الرزاق کی ایک حدیث سے ہے جس میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عربان کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے اس کو حلال قرار دیا۔ اس حدیث کی سند بہت کمزور ہے کہ اس سے استدلال کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن ابی یحیی اسلمی ہیں، یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو بیشتر محدثین نے متروک قرار دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس واسطے اس کی حدیثیں قابل استدلال نہیں

موجودہ حالات میں بیعانہ کا حکم

چونکہ معاملہ مجتہد فیہ ہے اس لئے عربون کو بالکلیہ باطل نہیں کہا جاسکتا جب کہ بسا اوقات اس قسم کے معاملے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، بالخصوص ہمارے زمانے میں جہاں ایک ملک سے دوسرے ملک بین الاقوامی تجارت ہوتی ہے وہاں یداًبید معاملہ نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص دوسرے سے معاملہ کرلے کہ میں تم سے سامان منگوارہا ہوں۔ بائع نے اس کے لئے سامان اکھٹا کیا سب کچھ کیا، لاکھوں روپے خرچ کئے بعد میں وہ مکر جائے کہ میں بیع نہیں کرتا، تو اس صورت میں بائع کا بڑا سخت نقصان ہوتا ہے، ایسی صورت میں بائع اگر عربون کی شرط لگالے تاکہ مشتری پابند ہو جائے، تو اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ اس صورت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی کے قول پر عمل کیا جائے، باقی جہاں ضرورت نہ ہو ویسے ہی لوگوں نے پیسے کمانے کا ذریعہ بنایا ہو، تو وہ جائز نہیں۔[7]

بیع صرف میں عربون

صرف کا لغوی معنی:

صرف لغت میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً زیادتی، پھیرنا، چھوڑنا، خرچ کرنا، بیچنا، مزین کرنا وغیرہ۔

اصطلاحی طور پر صرف کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

اَلصَّرْفُ هُوَ الْبَيْعُ إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ عِوَضَيْهِ مِنْ جِنْسِ الْأَثْمَانِ[8]

ترجمہ: صرف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں دونوں عوض اثمان کی جنس سے ہوں۔

ثمن: ثمن کے دو معنیٰ ہیں:

۱) ثمن بمعنیٰ طے شدہ قیمت (Price) یعنی وہ چیز جو مبادلے میں بطورِ دین ذمے میں واجب ہو مثلاً سونا، چاندی یا معین مثلیات جبکہ ان کا اعیان سے تبادلہ ہو یا غیر معین مثلیات جبکہ ان پر حرف باء داخل ہو۔

۲) ثمن بمعنیٰ زر (Money) یعنی وہ چیز جو عرفاً آلہء مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہو اور وہ قدر کا پیمانہ ہو اور اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جا سکتا ہو۔ پھر ثمن بمعنیٰ زر کی دو قسمیں ہیں:

i) ثمنِ خِلقی (Natural money): وہ ثمن ہے جس کا ثمن ہونا طبعی اور خلقی طور پر ہو عرف اور رواج کی وجہ سے نہ ہو جیسے سونا اور چاندی۔

ii) ثمنِ عرفی (Fiat money/ Token money): وہ ثمن ہے جس کا ثمن ہونا عرف اور رواج کی وجہ سے ہو نہ کہ خلقی اور طبعی طور پر۔ سونے اور چاندی کے علاوہ جو چیز بھی بطورِ ثمن (Money) رائج ہو وہ ثمنِ عرفی کہلائے گی مثلاً کرنسی نوٹ وغیرہ۔

بیع الصرف کی اصطلاحی تعریف:

"الصرف هو بيع الاثمان بعضها ببعض"[9]

بیع الصرف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ایسی بیع جس میں دونوں عوض سونا ہوں یا دونوں عوض چاندی ہوں یا ایک عوض سونا اور ایک چاندی ہو وہ بیع الصرف کہلاتی ہے۔ مصنفؒ نے تعریف میں ثمن کا لفظ ذکر فرمایا ہے جو اصطلاحاً ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے لیکن اس مقام پر ثمن سے مراد صرف ثمن خلقی یعنی سونا اور چاندی ہیں، لہٰذا سونا، چاندی اور ان سے بنی ہوئی تمام اشیاء کی آپس میں بیع، بیع الصرف کہلائے گی۔

فائدہ: آجکل رائج کرنسی نوٹوں کی بیع، چاہے ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کی آپس میں بیع ہو یا ایک ملک کے کرنسی نوٹوں کی دوسرے کسی ملک کے کرنسی نوٹوں کے بدلے، بہر حال بیع الصرف نہیں، کیونکہ کرنسی نوٹ نہ تو خلقت کے اعتبار سے ثمن ہیں اور نہ ہی سونے کی رسید ہیں، بلکہ ان کی حیثیت ثمنِ عرفی کی ہے، جبکہ بیع الصرف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں عوض خلقت کے اعتبار سے ثمن ہوں۔

بیع الصرف کی شرائط

(۱)۔ جدا ہونے سے پہلے عوضین پر قبضہ کا ہونا

وَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ قَبْلَ الِافْتِرَاقِ۔[10]

ترجمہ: اور دونوں عوضوں پر (عاقدین کا) جدا ہونے سے پہلے قبضہ کرنا ضروری ہے۔

الصرف بيع الأثمان بعضها ببعض، والقبض شرط لصحة العقد[11]

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ "رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»"[12]

صرف دو عوضوں کی آپس میں بیع ہے۔ اور عقد کے صحیح ہونے کے لیے قرضہ شرط ہے۔

بالشَّعيرِ، والتَّمرُ بالتَّمرِ، والمِلحُ بالملحِ، مثلاً بمثلٍ، سواءً بسواءٍ، يدًا بيدٍ، فإذا اختلفتْ هذه الأصنافُ فبِيعُوا كيفَ شئتُمْ إذا كانَ يدًا بيدٍ)) [أخرجه مسلمٌ وغيرُهُ من حديثِ عُبادةَ بنِ الصَّامتِ] ، على ثلاثةِ مذاهبِ:

[1] الحنفيَّة: العلَّةُ هي اتِّحادُ الجنسِ من الكيلِ أو الوزنِ، فقاسُوا عليها كلَّ مكيلٍ وموزونٍ.

[2] الشّافعيَّة: بلْ هي اتِّحادُ الجنسِ مع الطُّعمِ أو الثَّمنيَّة، فقاسوا عليها كلَّ مطعومٍ وثمنٍ.

[3] المالكيَّة: بلْ هي اتِّحادُ الجنسِ مع كونِها قوتًا مدَّخرًا أو ثمنًا، فقاسُوا عليها الأقواتَ الَّتي تُدَّخرُ والأثمانُ.

اضافہ از ملخص قبضہ کے بارے میں کچھ تفصیل قبضہ کی اقسام: ۱) حقیقی قبضہ: اس سے مراد یہ ہے کہ حسی طور پر چیز قبضہ میں آجائے۔ ۲) حکمی قبضہ: اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شیء پر قبضے کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو اگرچہ حسی طور پر حقیقتاً اس چیز پر قبضہ نہ کیا گیا ہو۔

تشریح: بیع الصرف کے جواز اور بقاء کے لیے دونوں عوضوں پر مجلسِ عقد میں قبضہ کیا جانا شرط ہے۔ یہ قبضہ حقیقی اور حسی طور پر ہونا ضروری ہے، محض حکمی قبضے سے یہ شرط پوری نہ ہوگی۔ (۲)۔ بدلین مقدار میں مماثل ہوں۔

جب بدلین ایک جنس کے ہوں، مثلاً سونا سونے کے بدلے میں، چاندی چاندی کے بدلے میں اور ریال ریال کے بدلے میں، تو باتفاق علماء مقدار میں مماثلت ضروری ہے۔

بیع صرف میں عربون کا حکم بیع صرف میں عربون کے عدم جواز پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، جن فقہاء کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے، ان کا کہنا ہے کہ صرف بھی بیع کی ایک قسم ہے، لہذا اس میں بھی عربون کی شرط لگانا جائز نہیں، جبکہ بیع العربون کے جواز کے قائلین فرماتے ہیں کہ عام بیع کے اندر عربون کی شرط لگانا چونکہ اس لئے جائز ہے، کیونکہ اس میں خیار شرط لگایا جاسکتا ہے اور عربون کی شرط حقیقت میں خیار شرط ہی ہے، چونکہ بیع صرف میں خیار شرط نہیں لگایا جاسکتا، لہذا اس میں عربون کی شرط لگانا بھی ناجائز ہے۔

بیع سلم میں عربون

سلم کا لغوی معنی سلم لغت میں متعدد معانی میں استعمال کیا جاتا ہے مثلاً پیش کرنا، حوالے کرنا، دینا وغیرہ۔

السّلم) الاستسلام وَالتَّسْلِيم والأسر من غير حَرْب وَبيع شَيْء مَوْصُوف فِي الذِّمَّة بِثمن عَاجل وَشَجر من الْعضَاة يدبغ بِهِ واحدته سَلَمَة۔[13]

تسلیم و اعتراف۔ بلا جنگ کے قید کرنا۔ بیع سلم ایسی چیز کی بیع جس کی قیمت فوری ادا کی جائے اور وہ چیز مخصوص صفت کے ساتھ واجب الادا ہو۔

سلم کا اصطلاحی معنی "سلم" کی شرائط میں اختلاف کے پائے جانے کی وجہ سے فقہاء کرام رحمھم اللہ تعالی کی ذکر کردہ تعریفات میں اختلاف پایا جاتا ہے، البتہ ان تمام تعریفات میں مشترک امور کو مد نظر رکھتے ہوئے سلم کا مفہوم ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے: "سلم" ایک ایسی بیع ہے جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے۔ "سلم" سے مشتری اور بائع دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے اس لئے کہ خریدار کو "سلم" میں قیمت نقد سودے کی بنسبت کم دینی پڑتی ہے اور بائع کو قیمت پیشگی مل جاتی ہے۔

سلم کی اجازت اس عام قاعدے سے ایک استثناء ہے جس کے مطابق مستقبل کی طرف منسوب بیع جائز نہیں۔ سلم کی یہ اجازت کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے، ان شرائط کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

سلم کے جواز کی شرائط: سلم کے جواز کی شرائط میں فقہاء کا اختلاف ہے، لیکن اس اختلاف کو یہاں ذکر کرنا مقصود نہیں، بلکہ صرف اس کی متفق علیہ شرائط کا تعارف ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)۔ بیع سلم میں مسلم فیہ (مبیع) کا دَین ہونا ضروری ہے جو مسلم الیہ (بائع) کے ذمے لازم ہوگا۔ کسی چیز کو متعین کر کے اس میں بیع سلم کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں غرر ہے بایں طور کہ حوالہ کرنے کی مدت آنے سے پہلے وہ متعین چیز ہلاک ہو جائے یا وہ مسلم الیہ (بائع) کی ملکیت میں نہ رہے؟ جس کی وجہ سے بیع

سلم کا بنیادی مقصد ہی فوت ہو جائے گا، مثلاً مطلق گندم کی بیع سلم جائز ہے مگر زمین کے متعین حصے میں پیدا ہونے والی گندم میں جائز نہیں، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ گندم پیدا ہی نہ ہو۔

"إن كان مما يحتمل أن ينقطع طعامه فلا يجوز السلم فيه كأرض بعينها أو قرية بعينها كذا في البدائع"[14]

(۲)۔ جس چیز کی بیع سلم کرنا مقصود ہو اس کی نوعیت اور معیار واضح طور پر متعین کر لیا جائے، اس طور پر کہ اس کے بعد اس میں اختلاف یا جھگڑا ہونے کا احتمال باقی نہ رہے، کیونکہ بیع سلم میں مسلم فیہ دَین ہوتی ہے اور دَین کی تعیین اوصاف کے بتانے سے ہی ہو سکتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلاَثَ، فَقَالَ: «مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ، فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ»[15]

ابن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ تشریف لائے اور پھر یہی حدیث بیان کی مدت معینہ تک کے لئے مقرر ناپ اور وزن میں (سلم کرے)۔

"الدين لا يعرف إلا بالوصف"[16]

دین نہیں جانا جاتا مگر اپنے وصف کے ساتھ

(۳)۔ مسلم فیہ چیز کی سپردگی کی تاریخ اور جگہ کا تعین بھی عقد کے اندر ہونا چاہیئے۔

"وأما الشرط الخامس وهو أن يكون الأجل معلوما فلا خلاف فيه بين الأمة"[17]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ"[18]

بیع سلم میں عربون کا حکم:

عبداللہ بن ابی مجاہد کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے عبداللہ بن اوفی کے پاس بھیجا میں نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ؛

انا کنا نسلف علی عہد رسول اللہ ﷺ و ابی بکر و عمر فی الحنطۃ والشعر والزیب والتمر وسالت ابن ابزی فقال مثل ذالك۔ ابن ابزی یہی بات کہی کہ سلم کرنا جائز ہے۔[19]

جمہور فقہاء کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے، ان کا کہنا ہے کہ سلم بھی بیع کی ایک قسم ہے، لہذا اس میں بھی عربون کی شرط لگانا جائز نہیں، جبکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بیع العربون جائز ہے، لیکن سلم میں عربون کے جواز کے بارے میں قدیم فقہاء میں سے کسی نے بھی جواز کا قول نہیں کیا، البتہ ان کے قول کے مطابق بھی سلم میں عربون کے عدم جواز کی تخریج کی جائے گی، کیونکہ یہ بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ عربون کی شرط حقیقت میں خیار شرط کو متضمن ہوتی ہے، لہذا جن عقود میں خیار شرط لگانا جائز ہے ان میں عربون کی شرط بھی لگائی جاسکتی ہے، چونکہ بیع سلم کا عقد کرتے وقت جدا ہونے سے پہلے رأس المال پر مسلم الیہ کا قبضہ کرنا ضروری ہے اور خیار شرط اس میں نہیں لگایا جاسکتا، اس لئے بیع سلم میں عربون کی شرط لگانا جائز نہیں ہو گا۔

بینکوں میں رائج مرابحہ (تمویلی مرابحہ) میں عربون

تمویلی مرابحہ (بیع المرابحۃ للآمر بالشراء) کا مفہوم:

ذیل میں ایک مثال سے "بيع المرابحة للآمر بالشراء" کا مفہوم واضح کیا جاتا ہے:

مثلاً زید کسی تاجر مثلاً خالد کے پاس جا کر اس سے اپنے لئے متعین چیز یا اوصاف بتا کر کسی غیر متعین چیز کے خریدنے کی پیشکش کرے اس وعدے کے ساتھ کہ جب خالد وہ چیز اپنے لئے خرید لے گا تو زید اس سے قیمت خرید سے زائد پر مرابحۃً خریدے گا اور اس طرح خالد زید کی مطلوبہ چیز نقداً خریدنے کے بعد عقد میں طے شدہ نفع کے تناسب سے اسے بیچ دے، تو اس طرح کا معاملہ "بیع المرابحۃ للآمر بالشراء" کہلاتا ہے۔

بیع المرابحۃ للآمر بالشراء کا حکم: "بیع المرابحۃ للآمر بالشراء" کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت کے لحاظ سے حکم مختلف ہے، ذیل میں ہر صورت کی وضاحت اور اس کا حکم ذکر کیا جاتا ہے:۔

پہلی صورت: پہلی صورت یہ ہے کہ طرفین کے درمیان وعدہ غیر ملزمہ ہو اور نفع کا تناسب طے کئے بغیر عقد ہو۔

مثال : زید دوسرے شخص (خالد) یا کسی تاجر کے پاس جا کر کسی چیز کے خریدنے کی پیشکش کرے اور پھر ان سے خود مرابحتاً خریدنے کا وعدہ غیر ملزمہ کرے، لیکن عقد کرتے وقت نفع کا تناسب طے نہ کیا جائے، پھر جب خالد یا تاجر زید کی مطلوبہ چیز نقداً خرید لیں، تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار حاصل ہو کہ چاہے آمر (زید) اس چیز کو خرید لے یا نہ خریدے اور مامور (تاجر اور خالد) چاہیں تو زید کو بیچیں اور چاہیں تو کسی اور کو بیچ دیں۔

حکم: یہ صورت جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ رحمھم اللہ تعالی) کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

دوسری صورت دوسری صورت یہ ہے کہ طرفین کے درمیان وعدہ غیر ملزمہ ہو اور عقد نفع کا تناسب طے کر کے کیا جائے۔ مثال: زید دوسرے شخص (خالد) یا کسی تاجر کے پاس جا کر کسی چیز کے خریدنے کی پیشکش کرے اور پھر ان سے خود مرابحتاً خریدنے کا وعدہ غیر ملزمہ کرے، اور عقد کرتے وقت نفع کا تناسب مثلاً سو روپے یا رأس المال کے تناسب سے ۲ فیصد طے کیا ہو، پھر جب خالد یا تاجر زید کی مطلوبہ چیز نقداً خرید ل14یں، تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار حاصل ہے، چاہے آمر (زید) طے شدہ نفع کے اعتبار سے اس چیز کو خرید لے یا نہ خریدے اور مامور (تاجر اور خالد) چاہیں تو زید کو طے شدہ نفع کے اعتبار سے بیچیں اور چاہیں تو کسی اور کو بیچ دیں۔

حکم: حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ رحمھم اللہ تعالی کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جبکہ مالکیہ رحمھم اللہ تعالی کے نزدیک ناجائز ہے۔

قائلین جواز کے دلائل:

(۱)۔ معاملات میں اصل حلت اور اباحت ہے، چونکہ عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی، لہذا یہ معاملہ جائز ہے۔

(۲)۔ آمر کی طرف سے مطلوبہ چیز کے خریدنے کا وعدہ غیر ملزمہ ہے، چنانچہ عدم شراء کے پائے جانے کی صورت میں اس سے کسی قسم کے ضمان کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ مأمور اپنے اوپر نقصان کا رسک اور خطرہ مولتے ہوئے اس چیز کو خریدتا ہے، چونکہ اس صورت میں کسی قسم کے امر شرعی کی مخالفت اور اس سے عدول لازم نہیں آ رہا، لہذا یہ معاملہ جائز ہے۔

تیسری صورت:

تیسری صورت یہ ہے کہ طرفین کے درمیان وعدہ ملزمہ ہو اور عقد میں نفع کا تناسب بھی پہلے سے طے کر دیا گیا ہو۔

مثال:

زید دوسرے شخص (خالد) یا کسی تاجر کے پاس جا کر کسی چیز کے خریدنے کی پیشکش کرے اور پھر ان سے خود مرابحتاً خریدنے کا وعدہ ملزمہ کرے، اور عقد کرتے وقت نفع کا تناسب مثلاً سو روپے یا رأس المال کے تناسب سے ۲ فیصد طے کرے، اور دوسری طرف (بائع) تاجر اور خالد نے مطلوبہ چیز کو خریدنے اور مرابحتاً بیچنے کا وعدہ کیا ہو، پھر جب خالد یا تاجر زید کی مطلوبہ چیز نقداً خرید لیں، تو ان پر لازم ہے کہ آمر (زید) کو ہی بیچیں کسی اور کو بیچنا ان کے لئے جائز نہیں، اور آمر (زید) پر لازم ہے کہ عقد میں طے شدہ نفع کے تناسب سے خرید لے، اگر خریدنے سے انکار کیا تو نقصان کا عوض دینا لازم ہو گا۔

حکم: جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ رحمہم اللہ تعالی) کے نزدیک "بيع المرابحة للآمر بالشراء" کی یہ صورت ناجائز ہے، اور اس کے عدم جواز کے بارے میں مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد بھی موجود ہے۔

"المواعدة وهي التي تصدر من الطرفين تجوز في بيع المرابحة بشرط الخيار للمتواعدين كليهما أو أحدهما فإذا لم يكن هناك خيار فإنها لا تجوز لأن المواعدة الملزمة في بيع المرابحة تشبه البيع نفسه حيث يشترط عندئذ أن يكون البائع مالكا للمبيع حتى لا تكون هناك مخالفة لنهي النبي - صلى الله عليه وسلم - عن بيع الإنسان ما ليس عنده"[20]

چوتھی صورت چوتھی صورت یہ ہے کہ طرفین میں سے کسی ایک کی جانب سے وعدہ ملزمہ ہو اور عقد نفع کا تناسب طے کرنے کے ساتھ ہو۔ مثال: زید دوسرے شخص (خالد) یا کسی تاجر کے پاس جا کر کسی چیز کے خریدنے، اور پھر ان سے عقد کے وقت طے شدہ نفع کا تناسب مثلا سو روپے یا راس المال کے تناسب سے 2 فیصد نفع پر مرابحتاً خریدنے کی پیشکش کرے، اور دوسری طرف (بائع) تاجر اور خالد نے مطلوبہ چیز کو خریدنے اور مرابحتاً بیچنے کا وعدہ ملزمہ کیا ہو، پھر جب خالد یا تاجر زید کی مطلوبہ چیز نقداً خرید لیں، تو ان پر لازم ہے کہ آمر (زید) کو ہی بیچیں کسی اور کو بیچنا ان کے لئے جائز نہیں، جبکہ آمر (زید) کو اختیار ہے کہ چاہے تو عقد میں طے شدہ نفع کے اعتبار سے خرید لے، چاہے تو معاملہ چھوڑ دے۔

حکم: جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ رحمہم اللہ تعالی) کے نزدیک "بیع المرابحۃ للآمر بالشراء" کی یہ صورت ناجائز ہے، اس کے ناجائز ہونے کی سب سے اہم وجہ یہی ہے کہ ایک جانب سے وعدہ ملزمہ کرنے سے وہ تمام خرابیاں لازم آتی ہیں، جو طرفین سے وعدہ کے الزام کرنے کی صورت میں آتی ہیں۔

"بیع المرابحۃ للآمر بالشراء" میں عربون کا حکم

"بیع المرابحۃ للآمر بالشراء" میں عقد کے دو مرحلے ہوتے ہیں، (۱) (مرحلة المواعدة) یعنی وعدہ کرنے کا مرحلہ (۲) (مرحلة النهائية) یعنی بالفعل عقد کرنے کا مرحلہ۔ یہ بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ بیع میں عربون کے جواز کے بارے میں اختلاف ہے، پھر قائلین جواز کے درمیان "بيع المرابحة للآمر بالشراء" میں عربون کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ "بیع المرابحۃ للآمر بالشراء" کے پہلے مرحلے (مرحلۃ المواعدۃ) میں اختلاف ہے، البتہ دوسرے مرحلے (مرحلۃ النھائیہ) میں عربون کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ راجح مذہب کے مطابق "بيع المرابحة للآمر بالشراء" کے پہلے مرحلے (مرحلۃ المواعدۃ) میں عربون کی شرط لگانا جائز نہیں۔

خلاصہ بحث

1۔ بیع عربون میں مشتری بائع کو کچھ رقم پیشگی دے دیتا ہے اگر اس نے کچھ سامان خرید اتو پیشگی دی گئی رقم ثمن کا حصہ بن جائے گی اگر سامان نہ خرید اتو دی گئی رقم بائع کی ملکیت ہو گی۔

2۔ بیع عربون اجارہ کی طرح ہے اجارہ ایک نفع بخش بیع ہے ہر وہ صورت مستثنیٰ ہے جس کی صحت کے لئے عقد کسی ایک بدل پر قبضہ شرط ہو (جیسے بیع سلم) یا بدلین پر قبضہ شرط ہو (جیسے بیع صرف)

3۔ بیع عربون جائز ہے بشرط کہ انتظار کی مدت متعین اور مقرر کر دی گئی ہو خریداری پر بیعانہ ثمن شمار کیا جائے گا اور خریداری کے عدول پر بیعانہ بائع کا حق ہو گا

4۔ بیعانہ کو فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے صرف امام احمد بن حنبل نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ تاہم یہ بیع عام ہے اور لوگوں کے ہاں معروف ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

1-ابراہیم مصطفیٰ، احمد حسن الزیات، حامد عبدالقادر محمد علی النجار، المعجم الوسیط، مترجمین ابن سرور محمد اویس، عبدالنصیر علوی مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص، 729 -

2 وَهْبَة الزُّحَيْلِيّ، الدكتور، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، دار الفكر - سوريَّة - دمشق، ص، 433/4

3 إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار، المعجم الوسيط، دار الدعوة، ص591/2

4 شیخ الاسلام جسٹس مولانا مفتی تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز دینا ناتھ مینشن مال روڈ لاہور، 159/4

5 أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، لمكتبة العصرية، صيدا - بيروت، رقم الحديث، 3502 مؤطا مالک ج: ۲، ص: ۶۰۹

6 شیخ الاسلام جسٹس مولانا مفتی تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز دینا ناتھ مینشن مال روڈ لاہور، 159/4

7 شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی رائے

8 كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام، فتح القدير (دار الفكر) 133/7

9 بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ 215/5

10 كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام، فتح القدير (دار الفكر) 135/7

11 المغني في فقه الامام أحمد بن حنبل الشيباني للمقدسي 4 / 192)

12 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، دار إحياء التراث العربي - بيروت، 1211/3

13 المعجم الوسيط، 446/1

14 الفتاوى الهندية: لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، طبع دوم، 1310ھ دار الفکر ص: ۲۶۲

15 - محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، صحيح البخاري، دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، كِتَابُ السَّلَمِ، بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ، رقم الحديث، 2240

16 النافع الكبير : (ج 1 / ص 322)

17 قرطبي، الجامع لأحكام القرآن : دار الكتب المصرية - القاهرة، لطبعة : الثانية ، 1384هـ - 1964 م 3 / 381

18 (البقرة۲/282)

19 شیخ الاسلام جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات، 19-انارکلی اردو بازار لاہور، ص-52/2

20 مجلة البحوث الإسلامية : الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد 36 / 158